36

جماعت احمدیہ کا پروگرام

(فرمودہ ۶ ؍ جنوری ۱۹۲۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

اسلامی طریق کے مطابق محرم سے نیا سال شروع ہوا کرتا ہے۔ لیکن ملک کا دستور اور اس کی رسوم بھی بہت کچھ انسان کے اعمال پر اثر ڈالتی ہیں۔ ہمارے ملک کے دستور کے مطابق اور دستور العمل کے مطابق جنوری سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ ہمارے کاموں میں بھی اس نئے سال کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے عام رواج اور دستور کے مطابق یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ ایک نیا سال ہے جو ہمارے لئے چڑھا ہے اور اس نئے سال میں یہ پہلا جمعہ ہے جو ہمارے لئے آیا ہے۔ ابھی زیادہ دن نہیں گذرے کہ ہماری جماعت کے احباب مختلف جہات سے اکٹھے ہو کر قادیان جلسہ کے لئے آئے تھے۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے بولنے والوں کو سنانے کی جو توفیق دی۔ انہوں نے سنایا۔ اور سننے والوں کو سننے کی جو توفیق دی۔ انہوں نے سنا۔ قادیان کے رہنے والوں کو خدمت کا جو موقع خدا تعالیٰ نے دیا۔ اس سے جنہوں نے فائدہ اٹھایا۔ اٹھایا۔ اس کے بعد وہ سال ختم ہو گیا۔ اور نیا شروع ہوا۔ یہ ایک دورہ ہے جو اسی طرح گذرتا چلا آرہا ہے۔ اور اسی طرح گذرتا چلا جائے گا۔ سال کے بعد جب لوگ کہتے ہیں نیا سال شروع ہو گیا۔ اس موقع پر ہر شخص کے دل میں نئی امنگ اور نئے ارادے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر کیا چیز نئی شروع ہوتی ہے؟ کیا انسان کی زندگی نئی شروع ہوتی ہے زندگی کا تو بہت پہلے سے سلسلہ چلا آتا ہے۔ پھر کیا علم میں کوئی جدت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا نیا سال اپنے ساتھ نئے علوم لایا کرتا ہے۔ نہیں یہ تو نہیں ہوتا۔ علوم تو حاصل کرنے سے ہی آیا کرتے ہیں۔ اگر کوئی پچھلے سال علم حاصل کرتا۔ تو اسے علم حاصل ہو جاتا۔ اور اگر نئے سال علم حاصل نہ کرے گا۔ تو نہیں آئے گا۔ نیا سال اسے علم نہیں سکھا سکتا۔ پھر کیا نیا سال کوئی نیا طریق عمل لاتا ہے۔ جب سے انسان کو طاقتیں اور قوتیں ملی ہیں طریق عمل تو وہی ہے جو پہلے مقرر ہو چکا۔ تو عمل کے لحاظ سے بھی نیا سال کوئی نئی چیز نہیں لاتا۔ جو اعمال انسان آنے والے سال میں کرنا چاہتا ہے وہ

پہلے سال بھی جو گذر گیا ہے کر سکتا تھا۔ اور اگر نئے سال بھی نہ کرنا چاہے تو نیا سال اسے مجبور کرا کر نہیں کرائے گا پھر وہ کیا نئی چیز ہے جو نیا سال لایا ہے؟ اور وہ کیا چیز ہے جو نئے سال کے شروع ہونے پر انسان کے دل میں امنگیں پیدا کر دیتی ہے؟ یا واقعہ میں کوئی چیز ہے بھی یا نہیں؟

میرے نزدیک ہر نیا سال جو آتا ہے۔ بعض نئی باتیں اپنے ساتھ لاتا ہے۔ گو وہ پرانی بھی ہوتی ہیں۔ لیکن ایک لحاظ سے نئی بھی ہوتی ہیں۔ پرانی تو اس لحاظ سے کہ اگر انسان چاہتا۔ تو ان کو پچھلے سال بھی مہیا کر سکتا تھا۔ اور نئی اس لحاظ سے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ اگر اپنے نصب العین کو قریب ترین نہ قرار دے لے تو بھول جاتا ہے۔ اور اس سے دور جا پڑتا ہے۔ جب تک انسان اپنی منزل مقصود کے سفر کو ٹکڑے نہ کرتا جائے اس کے قابو میں نہیں رہتا مثلاً دیکھو شریعت نے بھی اوقات مقرر کر دئے ہیں۔ جمعہ مقرر کر دئے ہیں۔ چھٹے دن کے بعد ساتواں دن جمعہ کا آجاتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فلاں عبادت کرو گے تو ایک نماز سے لیکر دوسری نماز کے وقفے تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور فلاں عبادت کرو گے تو جمعہ سے لیکر جمعہ تک کے گناہ بخشے جائیں گے۔ فلاں عبادت کرو گے تو مہینہ کے گناہ بخشے جائیں گے۔ فلاں عبادت کرو گے تو سال کے گناہ بخشے جائیں گے۔ فلاں عبادت کرو گے تو سو سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ یہ تقسیم جو ایک وقت سے دوسرے وقت تک ایک ہفتہ سے ایک مہینہ ایک سال اور پھر کئی سالوں کی کیوں کی گئی ہے۔ اسی لئے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ ایک محدود زمانہ کو تو وہ مستحضر رکھ سکتا ہے لیکن غیر محدود زمانہ کو نہیں رکھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسہ والوں نے تعلیم کی تقسیم اوقات میں رکھ دی ہے۔ جو شخص پڑھنے کے لئے نکلتا ہے اسے پڑھتے رہنا چاہیے۔ جب تک کہ تعلیم نہ حاصل ہو جائے۔ خواہ اسے دو تین چار پانچ دس پچاس سال لگ جائیں۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک سال کے بعد جماعتیں بدلتی اور ہر جماعت کے لئے وقت کی حد مقرر ہے۔ اور تعلیم پانے کے عرصہ کی تقسیم سالوں میں کر دی گئی ہے۔ کیوں؟ اسی لئے کہ جب تک انسان کے سامنے زمانہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نہ لایا جائے وہ اپنے مقصد اور مدعا کو مستحضر نہیں رکھ سکتا اور وہ بات اسے بھول جاتی ہے جسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مدرسہ والوں نے تعلیم کی مدت کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جس وقت ایک لڑکا سکول میں ہوتا ہے۔ تو اس کے سامنے بی۔اے اور ایم۔اے کی ڈگری نہیں ہوتی۔ بلکہ یہی ہوتا ہے۔ کہ پہلی جماعت کا امتحان پاس کرنا ہے۔ اس طرح اس کی ہمت بلند اور حوصلہ بالا رہتا ہے۔ کیونکہ جب ایک حصہ کو وہ پورا کر لیتا ہے۔ تو اسے اپنی کامیابی کا احساس ہوتا ہے۔ اور پھر وہ آگے بڑھتا ہے۔ اور اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اس کی مثال اس بچہ کی سی ہوتی ہے جس کا ذکر ہم

بچپن میں ایک کہانی میں سنتے تھے۔ آپ لوگوں نے بھی سنی ہوگی۔ کئی طرح بیان کی جاتی ہے۔ میں نے جو سنی تھی وہ یہ ہے کہ ایک بچہ باہر نکلا۔ اس کے سامنے ایک جن پھول بن گیا۔ جب وہ اسے پکڑنے لگا تو پھول پیچھے ہٹ گیا۔ جب وہ اور آگے بڑھا تو پھول اور پیچھے ہٹ گیا۔ یہ دراصل آئندہ کی ترقیاں ہی ہوتی ہیں۔ جو جن کے پھول بننے کی طرح پھول بن کر آتی ہیں۔ اور سال کے وقفہ پر کھڑی ہو کر پکارتی ہیں۔ کہ یہاں آؤ اور ہمیں پکڑ لو۔ جب انسان وہاں پہنچتا ہے۔ تو وہ ایک سال اور پیچھے ہٹ کر جا کھڑی ہوتی ہیں۔ کہ یہاں تک آؤ تو ہمیں حاصل کر لو۔ اسی طرح ہوتے ہوتے منزل پر پہنچا دیتی ہیں۔ اگر انسان ان کے پیچھے چلنے کی کوشش کرتا رہے۔ اور اگر کوشش نہ کرے تو ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔

پس ہر سال نیا پروگرام اور نیا کام انسان کے سامنے لاتا ہے۔ اور اس طرح تقسیم کر کے اس کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس سے انسان خوش ہو کر آگے کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ورنہ اگر ساری زندگی انسان کے سامنے ہوتی۔ تو اس کے پروگرام میں نہ تو ایسی باقاعدگی رہتی اور نہ اس میں نیا جوش اور امنگ پیدا ہوتی۔ بلکہ جو سال گذر جاتا اس کے متعلق سمجھتا میری زندگی سے کم ہو گیا ہے۔ آگے میں کیا کروں گا۔ اس طرح بے حوصلہ ہو کر ہمت ہار دیتا مگر جب اس کی زندگی سالوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ تو نئے سال کے آنے پر وہ کہتا ہے اتنا کام مجھے اس سال کرنا ہے۔ اور اس طرح پہلے کی نسبت کچھ نہ کچھ آگے ہی بڑھتا جاتا ہے۔

ہمارے لئے بھی ایک نیا سال چڑھا ہے۔ اس وقت دو باتیں دیکھنی چاہئیں۔ اول تو یہ کہ پچھلا سال کیسا گذرا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ سورہ فاتحہ میں ان دونوں باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سورۃ کا ایک حصہ گویا نئے سال کی ذمہ داریوں کا اظہار کرنے والا ہے۔ اور دوسرا حصہ گزشتہ سال کی تمام کارروائیوں پر ریویو اور تنقید ہے۔ وہ کس طرح؟ پہلا حصہ اس سورہ کا گذشتہ سال کی کارروائیوں پر نظر ڈالنے کے متعلق ہے۔ اور پچھلا حصہ اگلے سال کے متعلق اور وہ اس طرح کہ انسان دیکھتا ہے کہ پچھلا سال جو گذرا اس میں بھی خدا تعالیٰ سے بندوں کا معاملہ رہا ہے۔ اس سال میں اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر فرض تھی۔ اور خدا بھی وہ جس کی بڑی بڑی نعمتیں اور فضل اس پر ہیں۔ آیا ان ذمہ داریوں کو اس نے صحیح اور پورے طور پر ادا کیا ہے۔ یہ ایک سوال ہے۔ جس کو انسان جب اپنے اندر اٹھائے گا تو اسے یقیناً یہ جواب دینا پڑے گا۔ کہ میں نے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بڑی بڑی کوتاہیاں کی ہیں۔ پھر اس بات پر نظر ڈالنی پڑے گی کہ میں نے بڑی کوتاہیاں کی ہیں مگر خدا نے مجھ سے کیا معاملہ کیا۔ کیا میں کوتاہیوں اور غفلتوں کی وجہ سے اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے پکڑتا اور سخت سے سخت سزا دیتا؟

مگر الحمد للہ۔ اللہ ہی کی سب تعریف ہے کہ اس نے مجھے سزا سے محفوظ رکھا۔ اور اس سال کے عرصہ میں سے صحیح و سلامت گزر آیا۔ اس نے میری غفلتوں۔ کمزوریوں' خطاؤں' کج راہیوں کو دیکھا۔ مگر باوجود اس کے کہ سزا کا مستحق تھا۔ اس نے مجھے پکڑا نہیں۔ حالانکہ وہ رب العالمین ہے۔ اگر وہ مجھے پکڑتا تو اس کا حق تھا۔ کیونکہ دنیا کی ہر ایک چھوٹی سی چیز کا وہ رب ہے۔ اور میرا بھی رب ہے۔ کیا اس لحاظ سے کہ اس نے مجھے پیدا کیا اور بڑھایا اور کیا اس لحاظ سے کہ اس کی پیدا کردہ چیزوں کو میں نے استعمال کیا اور فائدہ اٹھایا۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ مستحق تھا کہ میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا مگر میں نے نہیں کی۔ اور باوجود اس کے کہ اس کا مجھ پر حق تھا۔ جسے میں نے ادا نہ کیا۔ لیکن پھر بھی اس نے مجھ سے چشم پوشی کی۔ اگر اس کا مجھ پر حق نہ ہوتا۔ اس نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا۔ اس کی پیدا کردہ چیزوں سے میں نے فائدہ نہ اٹھایا ہوتا۔ تو میں کہتا اس کا کیا حق تھا کہ مجھے پکڑتا۔ مگر اس کے مجھ پر اس قدر احسان ہیں۔ کہ جنہیں میں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ اس نے مجھے ہی پیدا نہ کیا بلکہ سورج کو بھی بنایا جس سے میں روشنی حاصل کرتا ہوں۔ اس نے مجھے ہی پیدا نہیں کیا۔ وہ غذا جو میں کھا کر زندگی پاتا ہوں اس کو بھی اس نے پیدا کیا ہے۔ پھر اس نے مجھے ہی پیدا نہیں کیا۔ اس نے چاند اور ستاروں کو بھی پیدا کیا ہے جن کی روشنی سے غذائیں پکتی ہیں۔ پھر وہ پانی جو میں نے پیا۔ وہ مکان جس میں میں رہا۔ یہ سب اسی کے ہیں۔ غرض مجھے ہی اس کی ربوبیت سے تعلق نہیں۔ جن چیزوں سے میرا تعلق ہے۔ اور جن کے ذریعہ میری زندگی قائم ہے۔ ان کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ کیونکہ وہ رب العالمین ہے۔ اس لئے اسے حق اور اختیار تھا کہ مجھے گرفتار کرلیتا اور سزا دیتا۔ مگر الحمد للہ کیا ہی تعریف والا خدا ہے کہ اس نے مجھے معاف کر دیا۔ پھر وہ رحمٰن ہے۔ جب مجھے خبر بھی نہ تھی اس وقت اس نے میرے لئے سامان مہیا کرنے شروع کئے۔ میں اب پیدا ہوا۔ مگر وہ سورج جس کی روشنی میں میں نے آنکھیں کھولیں جس کی روشنی میں میں نے اپنے عزیزوں اور پیاروں کو دیکھا مجھ سے کروڑوں سال پہلے پیدا کیا۔ میں پیدا ہوا۔ اور میری پیدائش کے ساتھ میرے پھیپھڑے پیدا ہوئے۔ جن کے ذریعہ میں نے ہوا میں سانس لیا۔ اور زندگی پائی۔ مگر یہ ہوا۔ جو میرے پھیپھڑوں میں گئی۔ اور جس نے مجھ میں نفخ روح کیا۔ اسے خدا تعالیٰ نے مجھ سے کروڑوں سال پہلے پیدا کیا۔ میرا اور میرے اعمال کا کوئی دخل اس کے پیدا ہونے میں نہ تھا۔ اسی طرح وہ غذائیں جو میں نے کھائیں۔ مجھ سے پہلے پیدا کیں۔ اسی طرح زمین۔ جس پر چلتا ہوں۔ مجھ سے پہلے پیدا کی گئی۔ غرض جتنی اشیاء جن سے میری زندگی قائم ہے یا جن سے میرا تعلق ہے وہ ہمیشہ سے چلی آتی ہیں۔ اور میرے اعمال کے بغیر خدا تعالیٰ نے میرے لئے پیدا کیں۔ اس قدر عظیم الشان احسانوں کے ہوتے ہوئے اس کا حق تھا کہ میری ادنیٰ سے ادنیٰ خطا پر مجھے پکڑتا۔ مگر اس نے میری بڑی سے

بڑی خطا سے چشم پوشی کی۔ پس الحمدللہ رب العالمین سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ کہ اس نے رحمان ہوتے ہوئے میری خطاؤں پر نگاہ نہ ڈالی۔ حالانکہ احسان کے بعد جو نافرمانی کی جائے وہ زیادہ سخت سزا کا انسان کو مستحق بنا دیتی ہے۔ پھر وہ الرحیم بھی ہے۔ ادھر تو اس نے یہ احسان کئے اور میری نافرمانیوں اور خطاؤں پر نظر نہ کی۔ ادھر میری ذرا سے ذرا محنت اور کوشش کو بھی ضائع نہ ہونے دیا۔ میں نے چھوٹے سے چھوٹا کام کیا اور اس نے مجھے اس کا بڑے سے بڑا بدلا دیا۔ یہ نہ کیا کہ وہ بدلے کو اس لئے روک لیتا کہ میں نے اس کی نافرمانیاں کیں۔ جس طرح کسی نے کسی کا پندرہ روپے قرضہ دینا ہو مگر دس اس کی طرف نکلتے ہوں۔ تو دس کاٹ کر باقی کے پانچ دے دیتا ہے۔ اس نے اپنا لینا تو معاف کر دیا۔ اور میرا حق جو اسی نے میرا حق اس طرح مقدر کیا ہے کہ یہ ذرا بھی کام کرے گا تو میں بدلا دوں گا وہ مجھے دے دیا۔ میری خطاؤں کی وجہ سے اس نے اس کو نہ روکا۔ اگر میں نے ہاتھ چلایا۔ تو اس نے نئی قوت عطا کی۔ اگر میں نے آنکھ کھولی تو اس نے نیا نور عطا کیا۔ اگر میں چلا تو اس نے میرے پاؤں کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔ اگر میں نے روزہ رکھا۔ تو اس نے تقویٰ میں ترقی دی۔ غرض ہر عمل جو دنیاوی فعل یا دینی کام میں نے کیا۔ اس کا مجھے بدلہ دیتا گیا۔ یہ نہ کہا کہ میں نے جو اسے قرض دینا تھا۔ اس میں وہ کاٹ لیتا پس الحمدللہ۔ بڑا ہی حمد والا خدا ہے۔ کہ میں نے سب کچھ کیا۔ بڑی بڑی خطائیں کیں۔ مگر ان کی طرف اس نے توجہ نہ کی۔ پھر وہ **مالک یوم الدین** تھا۔ کوئی کہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ وہ بہت بڑا محسن تھا۔ اس کے انسان پر بڑے حق تھے۔ مگر چونکہ وہ سزا نہ دے سکتا تھا۔ اس لئے اس نے نہیں دی۔ مگر ایسا نہیں وہ مالک اور آقا تھا۔ جس وقت چاہتا پکڑ لیتا۔ کیونکہ اس کا حق بھی تھا۔ اور اسے پکڑنے کی طاقت بھی تھی۔ بعض اوقات حق تو ہوتا ہے۔ مگر چونکہ طاقت نہیں ہوتی۔ اس لئے انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ وہ جزاوسزا کے دن کا مالک تھا۔ وہ جب چاہتا۔ پکڑ سکتا تھا۔ مگر اس نے کچھ نہ کیا۔ اور سال گذر گیا۔ جس میں اس نے اپنی ربوبیت' رحمانیت' رحیمیت میرے لئے جاری رکھی۔ اور مالکیت کا پہلو بھی ساتھ ہی رہا۔ پس الحمدللہ کہ میں اسی رستہ پر ایک سال چلا اور خدا کے فضل سے صحیح و سلامت رہا۔

جب بندہ اس پچھلی حالت کو دیکھتا ہے تو آئندہ کے لئے اپنا نیا پروگرام بناتا ہے کہ پیچھے تو جو ہو گیا ہو گیا۔ اب اس طرح نہ کروں گا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں گا۔ جب وہ ارادہ کرتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ **ایاک نعبد** حضور گذشتہ سال کے لئے تو میں شکر گذار ہوں۔ کہ اپنی خطاؤں اور کوتاہیوں کے خمیازہ سے بچ گیا۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔ تیرا بڑا تابعدار غلام بنا رہوں گا۔ **وایاک نستعین** اور تجھ سے مدد مانگتا ہوں کہ میرا یہ پروگرام پورا ہو **اھدنا**

الصراط المستقیم مجھے وہ رستہ دکھا کہ جس پر چل کر مجھے وہ ملامتیں پیدا نہ ہوں جو گذشتہ سال کے طرز عمل سے پیدا ہوئی ہیں۔ اگلے سال میرے یہ خیال نہ ہوں۔ بلکہ یہ کہوں کہ **صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔** میں نے خداتعالیٰ سے رستہ مانگا تھا۔ اس نے مجھے دکھایا جو بالکل سیدھا رستہ تھا۔ جس پر وہ لوگ چلتے رہے۔ جن پر اس نے انعام کئے۔ اور وہ ضال اور مغضوب لوگوں کا رستہ نہ تھا۔

یہ وہ پروگرام ہے جو ہماری جماعت کے مدنظر رہنا چاہیئے۔ اس کے متعلق یہ تو سال کے ختم ہونے پر ہی معلوم ہو سکے گا کہ کتنا پورا کیا گیا یا پچھلا تجربہ بتا سکتا ہے کہ پچھلے سال کتنا پورا کیا تھا۔ اور آئندہ کتنا پورا ہوگا۔ بہرحال پروگرام مقرر کرنے سے یہ احساس ضرور پیدا ہو جاتا ہے کہ انسان عمل کو تقسیم کرکے معلوم کر سکتا ہے کہ پیچھے کیا ہوا۔ اور آگے کیا کرنا ہے۔ اور سالوں کو تقسیم کرکے وہ آگے کے لئے مستعد اور تیار ہو جاتا ہے۔ اگر ساری عمر مدنظر ہوتی تو وہ کہتا اتنا عرصہ خراب ہو گیا ہے۔ اب کیا کروں گا۔ مگر اس حصہ کو جو گذر جاتا ہے۔ وہ الگ کر دیتا ہے۔ اور نئے سرے سے کام کرنے لگتا ہے۔ اس طرح اس کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔

ہم نے بھی یہ پروگرام بنایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دیکھیں پچھلے سال جو خطائیں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ وہ اس سال نہ ہوں۔ گذشتہ سال کے متعلق خداتعالیٰ کا شکر کریں۔ کہ اس نے ہمیں اپنی خطاؤں کے خمیازہ سے محفوظ رکھا۔ اور آگے کیلئے اس سے درخواست کریں کہ سیدھا رستہ دکھائے۔

یہ بہترین سے بہترین پروگرام ہے۔ اور اس سے بہتر کوئی پروگرام نہیں ہو سکتا۔ بندہ کا فرض ہے کہ اس کو اپنا نصب العین قرار دے۔ جب وہ اسے اپنا نصب العین قرار دے گا تو کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا۔ اس پروگرام کو اگر ہماری جماعت یاد رکھے جس کو سورہ فاتحہ میں بیان کیا گیا ہے تو اگلا سال جو اس پر آئے گا وہ اس کے لئے سورہ فاتحہ کو اور رنگ میں پورا کرے گا۔ یہ سورۃ تو وہی رہے گی مگر یہ کروڑں معنی رکھتی ہے۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ آج تک اس کے معنی ختم ہوئے ہوں۔ تو اگلے سال اس کے معنی اور رنگ میں ہونگے۔

بہرحال یہ پروگرام ہے۔ جسے ہماری جماعت کے ہر شخص کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ پہلے حصہ کو پچھے سال پر چسپاں کرکے غور کرنا چاہیئے۔ اور اگلا حصہ پچھلے سال پر چسپاں کرنا چاہیئے۔ اگر یہ نصب العین رہے۔ تو کمزور سے کمزور انسان بھی اسے کچھ نہ کچھ پورا کر لے گا۔

مختصراً اس دفعہ اتنا ہی بیان کرتا ہوں۔ تفصیل اللہ تعالیٰ چاہے تو آئندہ بیان ہوتی رہے گی۔ خداتعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ آئندہ کے لئے جو اس کا پروگرام ہے۔ اسے پورا کر سکے۔

(الفضل ۱۹ر جنوری ۱۹۲۲ء)

❀ ❀ ❀